AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قرآنِ مجید میں اسلوبِ ابدال و التفات: بدیع القرآن اور کلاسیکی مصادر کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

Stylistic Substitution and Iltifāt in the Holy Qur'an: A Research Study in the Light of Badī' al-Qur'ān and Classical Sources

Saba Khanam
MPhil Islamic Studies (Specialization in Islamic Economics),
Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan
Visiting Faculty, Government Graduate College for Women, Mandi Bahauddin, Pakistan
Email: sabakhanam357@gmail.com
Hafiz Abu Bakar Idrees
MPhil, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
Email: h.abubakaridrees47@gmail.com
Dr. Muhammad Javed Iqbal *(Corresponding Author)*
Lecturer, Centre for Languages and Translation Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.
Email: dr.javediqbal188@gmail.com

Abstract

The Holy Qur'an represents the pinnacle of Arabic eloquence and rhetorical excellence. Among its most remarkable stylistic features are Ibdāl (substitution) and Iltifāt (rhetorical shift), which play a vital role in enhancing meaning, emotional impact, and persuasive force. This research study explores these two prominent rhetorical devices within the framework of Badī' al-Qur'ān, drawing upon classical sources of Qur'anic sciences and Arabic rhetoric such as Al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān, Al-Itqān, and Al-Fawz al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsīr. The study examines various forms of Ibdāl, including substitution of verbs, nouns, sentences, definiteness and indefiniteness, gender, number, and syntactic structures, highlighting their semantic and stylistic significance. It further analyzes Iltifāt as a deliberate rhetorical transition between grammatical persons, tenses, or modes of address, demonstrating how this device captures attention, reinforces meaning, and deepens spiritual reflection. By analyzing selected Qur'anic examples, the research clarifies that these stylistic shifts are neither arbitrary nor accidental but are deliberate rhetorical strategies that contribute to the Qur'an's inimitability (i'jāz). The findings affirm that Ibdāl and Iltifāt are essential elements of Qur'anic discourse, reflecting divine wisdom and linguistic mastery. This study aims to contribute to contemporary Qur'anic studies by reaffirming the relevance of classical rhetorical analysis in understanding the depth, beauty, and guidance of the Qur'anic text.

Key Words: *Qur'anic Rhetoric, Badī' al-Qur'ān, Ibdāl, Iltifāt, Arabic Eloquence, Classical Tafsīr, Stylistic Analysis*

ابتدائیہ :

قرآ ن مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضع کرنے کے لیے انسانی زبان میں سے زیاد ہ تر الفاظ بطور انداز بیانہ ،مصطلحات اور استعارے استعمال کئے گئے ہیں جو سلطنت اور بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ طرز بیان قرآن میں اس قدر نمایاں ہے کہ کوئی شخص جو اسے سمجھ کر پڑھے ،محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کریم نازل ہوا تو عرب میں خاص طور پر عربوں کو حق

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی راہ دکھانے اور اوصاف خداوندی سکھانے کے لئے ،قرآن کریم میں اس حقیقت کو اسی طرح واضح کیا گیا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ[1]

"ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اتارا ہے جو عربی زبان میں ہے، تاکہ تم سمجھ سکو"

مگر چونکہ یہ اللہ کی آخری کتاب ہے جو انسان کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف رہنمائی کرتی ہے،اس لئے اس کی روح ابدی،کلام کی تاثیر روحانی اور اس کی تعلیمات آفاقی ہیں یعنی یہ انسان کے لئے ضابطہ حیات ہے۔انسان اس کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلوب بیان بھی انسانی فکر ونظر اور ذوق سلیم کے مطابق ہے۔یعنی انسان جب قرآن پڑھتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ایک ایک نصیحت اس کے دل میں اترتی جاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ قرآن مجھ ہی سے ہم کلام ہے۔اس کا اسلوب بیان اس انداز کا ہے کہ ہر نفس کو فردا فردا یکساں طور پر متاثر کرتا ہے اور پڑھتے وقت یہی باور کراتا ہے کہ قرآن اس کے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔تاہم قرآن کے اسلوب بیان کے کئی پہلو ہیں جن کو سمجھنا چاہیے۔ویسے اس کے اسلوب کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ:

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ‌ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ[2]

(اے پیغمبر) ہم نے تم پر یہ قرآن جو وحی کے ذریعے بھیجا ہے اس کے ذریعے ہم تمہیں ایک بہترین واقعہ سناتے ہیں، جبکہ تم اس سے پہلے اس (واقعے سے) بالکل بیخبر تھے۔

قرآن حکیم کو دینی فیوض وبرکات کے ساتھ ساتھ زبان وبیان اور منفرد اسلوب کے لحاظ سے بھی دنیائے علم و ادب میں غیر معمولی عظمت و بڑائی کا شرف حاصل ہے اور کفار،منکرین حق اور مشرکین کے فصحا و حکماء نور حق سے نابینا اور لذت ووحدت سے ناآشنا ہونے کے باوجود مجید کی ادبی لسانی خوبیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔

علماء نے علوم القرآن کی کتب میں فی البدائع القرآن کے عنوان سے انواع واقسام پر بحث کی ہے چند علماء نے ان پر مکمل کتب تصنیف کی ہیں جن میں ابن ابی الاصبعؒ کی کتاب بدیو القرآن شامل ہے علامہ سیوطیؒ نے بھی تذکرہ الاتقان فی علوم القرآن میں کیا ہے ،ڈاکٹر حافظ محمد شریف کی تحقیق کے ساتھ مصر سے طبع ہو چکی ہے اس میں سو سے زیادہ انواع کو ذکر کیا گیا ہے۔ابن قیمؒ نے بھی کتاب لکھی ہے جس کا نام البدائع فی علوم القرآن ہے اس پر تحقیق یسری محمد کی ہے اور یہ مکتبہ دارالمعرفہ بیروت ۲۰۰۳ء سے شائع ہو چکی ہے۔اس کےعلاوہ علامہ زرکشیؒ نے البرہان ،علامہ سیوطیؒ نے الاتقان اور ابن عقیلہؒ نے الزیادوالاحسان میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔شاہ ولی اللہؒ نے بھی الفوذالکبیر کے تیسرے باب میں اسلوب بدیع کا ذکر کیا ہے۔

یہ اسائنمنٹ چونکہ الاتقان کی نوع نمبر ۵۸ سے متعلق ہے اس میں دیکھا جائے گا کہ علماء جنہوں نے انواع بیان کی ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے کا انداز اور طریقہ کار کیا ہے ان کا تقابل و موازنہ بھی پیش کیا جائے گا۔

بدیع القرآن

بدیع کا لغوی معنی:

کسی شئے کو ایجاد کرنا،بغیر نمونہ کے کسی چیز کو بنانا،نئی بات پیدا کرنا۔اسی سے بدیع السمٰوات والارض ہے۔

اصطلاحی معنی:

"وھوعلم یعرف به وجوه تحسین الکلام"ای یتصورمعانیها وعلم اعرابها وتفاصیلها بقدرالطاقة"[3]

"علم بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے ان احوال کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو امور کلام کے اندر حسن پیدا کرتے ہیں"

بدیع کہنے کی وجہ:

اس علم کو بدیع اس لئے کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے کلام میں بدائع کی رعایت رکھتا ہے تو گویا وہ اپنے کلام کو عجیب وغریب اور انوکھا بنا دیتا ہے۔

بدائع القرآن کی اقسام:

ابن ابی الاصبع نے اپنی تصنیف میں بدیع کی تقریبا سو انواع ذکر کی ہیں جیسے مجاز،استعارہ،تشبیہ،کنایہ،ارداف،ابدال وغیرہ یہاں تمام انواع کا ذکر کرنا ممکن نہیں،اس لئے صرف دو اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

الابدال:

"ھو اقامة بعض الحروف مقامه البعض"

علامہ سیوطیؒ ابدال کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ لیکر آنا ابدال کہلاتا ہے۔ابن فارس نے اس کی مثال"فانفلق" یعنی "فانفرق" بتائی ہے اور فرمایا کہ اسی لیے اللہ تعالی نے اس کے بعد فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ[4] فرمایا "ل"اور "ر" یہ دونوں حرف متعاقب ہیں۔[5]

امام خلیل بن احمد فراہیؒ سے منقول ہے کہ اللہ تعالی کے قول " فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ[6] میں فحاسوا مراد لیا گیا ہے ،لیکن حا کی جگہ جیم آگئی ہے۔اس کو جیم کے ساتھ بھی پڑھا گیاہے اور اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ[7] کو بھی ابدال کی قسم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں خیر کی جگہ "خیل" کا لفظ تھا اور وہی مراد ہے۔

البرھان فی علوم القرآن:

علامہ زرکشیؒ نے البرھان میں ابدال کو بیان کیا ہے[8]۔پہلے اس کی تعریف ذکر کی جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے بیان کی پھر مثالیں بیان کی بعینہ وہی مثالیں الاتقان میں ذکر کی گئی ہیں۔لیکن علامہ زرکشی نے مثالیں زائد ذکر کی ہیں ،جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے"وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ "[9] لواقح اصل میں ملاقح تھا۔اسی طرح ابوعبیدہ کی ذکر کردہ مثال: اِلَّا مُكَاۗءً وَّتَصْدِيَةً[10] اصل میں "تصدده" تھا دوسری دال کا یاء نے پہلی دال کے کسرہ کی وجہ سے نکال دیاجیسا کہ صاحب ترقیص علی الازدی نے بیان کیا ہے۔

الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن:

ابدال کو بیان کرتے ہوئے الزیادہ والاحسان کے مصنف امام ابن عقیلہ مکی نے بعینہ الاتقان والی تفصیل ذکر کی ہے، اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا گیا۔

الفوذ الکبیر فی اصول التفسیر:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب الفوذ الکبیر میں ابدال کو بیان کیا ہے اور اسکی مختلف قسمیں ذکر کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

***۔فعل کا فعل سے ابدال:**

فرماتے ہیں کہ قرآن میں کسی فعل کو دوسرے فعل سے بدل دینے کا اسلوب بہت عام ہے اور اس اسلوب کے استعمال کی بہت حکمتیں ہیں،جن کا بیان کرنا اس کتاب کا موضوع نہیں ہے۔بہر حال قرآن میں فعل کی فعل سے تبدیلی کی مثال یہ اَہٰذَا الَّذِیۡ یَذۡکُرُ اٰلِہَتَکُمۡ[11]

اس آیت میں **یذکر**(یاد کرنا) کی جگہ"**یسب**" کا لفظ تھا یہاں پر"**یسب**" کی جگہ "**یذکر**" آگیا۔[12]

***۔اسم کا اسم سے ابدال:**

قرآن مجید میں بعض مقامات پر اسم کا اسم سے ابدال بھی پایا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں

فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ [13]

اس آیت میں اسم" **خاضعۃ**" (جھکی ہوئی) کی جگہ "**خضعین**" (**جھکے ہوئے**) کا اسم آگیا ہے۔

بِکَلِمٰتِ رَبِّہَا وَ کُتُبِہٖ وَ کَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ[14]

اس مقام پر فاعل مونث ہے اس لیے اس کی مطابق سے" **القانتات**"(فرماں برداری کرنےوالیاں) آنا تھا ،جبکہ اسکی جگہ "**القٰنتین** "(فرماں برداری کرنے والے) آگیا۔[15]

***۔حرف کا حرف سے ابدال:**

قرآن کی بعض آیات میں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف استعمال ہوا ہے اسکی چند مثالیں یہ ہیں:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلۡجَبَلِ [16]

اس آیت میں لفظ جبل پہاڑ کے ساتھ حرف جار (ل) آیا یہ "**علی**" کی جگہ آگیاہے۔

ولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَ ہُمۡ لَہَا سٰبِقُوۡنَ [17]

اس آیت میں **لھا** دراصل **الیھا** کی جگہ آگیا ہے۔[18]

***۔جملے کا جملے سے ابدال:**

قرآن میں بعض اوقات ایک پورا جملہ حذف کر دیا گیا ہےاور دوسرے جملے کو اسکا قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔یہ ایسے مواقع پر ہوا ہے جب دوسرا فقرہ پہلے فقرے کے مفہوم کو ادا کر دیتا ہے اور اس کے بارے میں اشارہ بھی کردیتا ہے ،اس تبدیلی سے مفہوم بھی ادا ہوجاتاہےاور عبارت بھی مختصر ہوجاتی ہے۔اس کی مثال

"وان تخالطوھم فاخونکم [19]

اصل مفہوم یہ ہے کہ اگر تم ان لوگوں سے ملو اور خرچہ اکٹھا کر لو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں،اور بھائی توبھائی سے ملتا ہی ہے۔گویا اصل فقرہ یوں تھا:

"ان تخالطوھم لا باس ذلک لانھم اخوانکم وشان الاخ ان یخابط اخاہ"[20]

***۔نکرہ کی جگہ معرفہ:**

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قرآن مجید میں یہ اسلوب بھی ملتا ہے کہ کسی جگہ اسم نکرہ کی جگہ اسم معرفہ کا استعمال ہوا جیسے **"وقیله یا رب"** یہاں پر اصل میں **"قیل له"** لیکن **"قیله"** کا لفظ لانے سے کلام مختصر ہوگیا ہے۔
اسی طرح
"ان هذا لهو حق الیقین"[21]
یہ اصل میں حق یقین (**یقینی حق**) تھا،لیکن تلفظ کی سہولت کے لیے اسے حق الیقین کر دیا گیا۔[22]

***۔جنس اور تعداد میں تبدیلی:**

قرآن مجید میں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذکر اسم کی جگہ مونث اسم لایا جاتا ہے۔ اس طرح کبھی واحد کی جگہ جمع کا اور جمع کی جگہ واحد کا اسم استعمال ہوتا ہے،لیکن تبدیلی فقرے کے اصل مفہوم کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:
فَلَمَّا رَاَ الشَّمۡسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ هٰذَاۤ اَكۡبَرُ[23]
اس مقام پر هذہ(ہی اشارہ مونث قریب) کی جگہ **"هذا "**میں اشارہ مذکر قریب آگیا اور دوسری مثال :
مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّذِى اسۡتَوۡقَدَ نَارًا‌ ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَتَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ[24]
اس مقام پر **"بنوره"** کے بجائے **"بنورهم"** آگیا۔[25]

***۔ فقرے کے بعض حصوں میں ابدال:**

قرآن میں ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ فقرے کے کسی حصے مثلا شرط یا قسم کے جواب قسم وغیرہ کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور مناسب فقرہ لایا جاتاہے جو اس حذف کی طرف اشارہ کر دیتا ہے ،اسکی مثال یہ ہے: **وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا‌ ۘ يَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ**[26]
ان آیات میں شروع سے آخر تک قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن قسم کا جواب نہیں دیا گیا ،بلکہ اسے حذف کر دیا گیا ہےاور اس کی جگہ ایک نیا مستقل جملہ لایا گیا،جو حذف شدہ مفہوم کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔قسم کا جواب یہ تھا کہ قیامت برحق ہے لیکن اس کی جگہ نیا جملہ لایا گیا۔
ابدال کی تفصیل مکمل ہو گئی اب دوسری مثال ذکر کی جاتی ہے۔
التفات:
"نقل الکلام من اسلوب آخر،یعنی من التکلم الی الخطاب او الغیبة الی آخرعنها"
"ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف کلام کو نقل کر دینا۔"یعنی اسلوب اول کے ساتھ تعبیر کرنے کے بعد کلام کو تکلم،خطاب یا غائب کی طرف نقل کرنا۔ اسکی مشہور تعریف یہی ہے۔

علامہ سکاکیؒ کا قول:

سکاکیؒ فرماتےہے یا تو یہی مذکورہ تعریف ہو گی یا اس کی تعریف یہ بھی ہو سکتی ہے:

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کسی کلام کی دو اسلوب میں سے ایک اسلوب کے ساتھ تعبیر کی جائے گی جس میں اس اسلوب کے سوا دوسرے (متروک) اسلوب کے ساتھ تعبیر کئے جانے کا حق پایا جاتا ہے۔[27]

التفات کے فوائد

تطریۃالکلام:

یعنی کلام کی طراوت کو بڑھانا،طراوت کہتے ہیں،نرمی یا تازہ پن کو اس سے سماعت ملال اور پراگندگی سے محفوظ رہتی ہے۔کیونکہ انسانی فطرت نئی بات کی طرف منتقل ہونا پسند کرتی ہے۔ اس کا عام فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے ایک ہی قسم کے انداز گفتگو سے بچ سکتے ہیں اس کے علاوہ یہ ہر موضوع کو عمدہ نکات اور لطائف سے خاص بناتا ہے۔

التفات کی اقسام:

من التکم الی الخطاب:

تکلم سے خطاب کی طرف ملتفت ہونے کی مثال:مثال ذکر کرنے سے پہلے علامہ سیوطیؒ اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس التفات کی وجہ یہ ہے کہ سامع کو آمادہ کیا جائےسننے پر اور اسے سننے کےلیےتیار کیا جائے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَا لِيَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِيۡ فَطَرَنِيۡ وَ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ [28]

کلام میں اصل "**والیہ ارجع**"تھا (یعنی میں اسی کی طرف لوٹوں گا)۔پھر یہاں تکلم سے خطاب کی طرف التفات ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ متکلم (رسول اللہ) نے خود اپنی ذات کے معرض میں نصیحت شروع کی حالانکہ ارادہ تھا کہ قوم کو نصیحت کرے۔مگر اس انداز سے کہ جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے وہی قوم کے لیے پسند کرتا ہے۔اس لیے اس نے التفات کیا تکلم سے خطاب کی طرف کیونکہ وہ اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ذرانے اور انہیں اللہ تعالی کی طرف بلانے کے مقام میں تھا۔

اعتراض:

التفات کو ذکر کرنے کے علامہ سیوطی ایک اعتراض ذکر کر کے اس کا در کرتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ یہ آیت التفات کی قسم سے اسی وقت میں ہوسکتی ہے جب دونوں جملوں میں متکلم نے اپنی ذات سے ہی خبر دینے کا ارادہ کیا ہو حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ "**ترجعون** " سے مخاطب لوگ مراد لیے ہوں تاکہ متکلم نے اپنی ذات خاص طور پر مراد لی ہو۔

اعتراض کا جواب:

جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو پھر استفہام انکاری درست نہ ہوتا کیونکہ انسان کا اپنے آقا کی طرف لوٹنا اس بات کو ازم نہیں ہے کہ اس راجع کے سوا کوئی غیر شخص اس کی عبادت کرے پس یہاں مراد یہ ہے کہ"میں کیونکر اس کی عبادت نہ کروں جس کی طرف میں نے لوٹ کر جانا ہے"اور پھر **والیہ ارجع** کی بجائے **والیہ ترجعون** اس لیے کہا کہ متکلم بھی ان میں داخل ہے۔

مثالہ من التکلم الی الغیبۃ:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

متکلم سے غائب کی طرف التفات کی وجہ یہ ہے کہ سامع کو سمجھا دیا جائے کہ متکلم کا انداز بیان اور ارادہ وہی ہے چاہے سامع حاضر ہو یا غائب اور نہ متکلم ایسے لوگوں کی طرح ہے جو تلون اور توجہ کا اظہار کرتے ہیں،جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا،لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ [29]

لیغفرلک اللہ کی اصل "لنغفرک" ہے۔

مثالہ من الخطاب الی التکلم

خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال قرآن پاک میں نہیں آئی۔اگرچہ بعض لوگوں نے اللہ تعالی کے قول:

" فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ،،اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا [30] کو اس کی مثال قرار دیا ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ التفات کی شرط یہ ہے کہ اس سے ایک ہی چیز مراد ہو لیکن یہاں پر ایسا نہیں ہے۔

مثالہ من الخطاب الی الغیبۃ:

غائب سے غیبوبت کی التفات کی مثال یہ ہے حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِۚ-وَ جَرَیْنَ بِهِمْ [31] اسکی اصل ہے"وجرین بکم"

یہاں مخاطب لوگوں سے غائب کی طرف التفات کا سبب یہ کہ ان کے کفر اور فعل سے تعجب ظاہر کیا جائے کیونکہ ان کو مخاطب بنانے پر ہی اصرار کیا جاتا تو یہ فائدہ فوت ہوجاتا۔

مثالہ من الغیبۃ الی الخطاب:

غائب سے خطاب کی طرف التفات کی علامہ سیوطیؒ نے چند مثالیں ذکر کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ [32]

وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا،اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا [33]

علامہ جلال الدین سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں التفات کی جتنی بھی صورتیں بنتی ہیں وہ تمام کر دی ہیں اور ساری صورتوں کی امثلہ بھی بیان کی ہیں ان پانچ صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد علامہ سیوطی التفات کی اور قسم بیان کرتے ہیں جسے وہ التفات کی عمدہ قسم قرار دیا ہے۔

التفات کی عمدہ قسم:

التفات کی عمدہ قسم وہ ہے جو سورۃ الفاتحہ میں واقع ہوئی ہے کیونکہ بندہ اللہ کا ذکر کرے پھر اس کی اس کی ایسی صنعتوں کا بیان کرے جس میں سے ہر ایک صفت توجہ کا باعث ہے اور ان کے آخر میں "**مالک یوم الدین** " کا وصف موجود ہے۔ جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اللہ تعالی ہی روز جزاء کا مالک ہے تو خود بخود بندہ کی طبیعت بے اختیار ہو کر ایسے اوصاف والی ذات کوخاص بناتی ہے اور خشوع کے ساتھ اور اس سے اہم کاموں میں استعانت کرنے کی خواہاں ہوتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں حمد کیلئے غائب کا لفظ اور عبادت کیلئے مخاطب کا صیغہ اس وجہ سے اختیار کیا گیا تا کہ اس سے "**حمد**" کی "عبادت " سے رتبہ میں کم ہونے کا اشارہ واضح ہو کیونکہ آدمی ہم چشم کی حمد کرتا ہے اس کی عبادت کبھی نہیں کرتا پس الحمد کا لفظ غائب کیساتھ اور عبادت کا لفظ صیغہ مخاطب کے ساتھ استعمال ہوا تاکہ مخاطبت اور مواجہت کی حالت میں اللہ تعالی کی طرف بڑے رتبہ کی چیز منسوب کی جائے اور یہ ادب کا طریقہ ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پھر اسی کی مثل سورۃ کا آخری حصہ بھی آیا ہے ارشاد ہے " **الذین انعمت علیھم** " یہاں منعم کا ذکر صراحت کیساتھ کیا ہے اور لفظا انعام کا استفاد کیا ہے اور یہ نہیں کہا " **صراط المنعم علیھم** " کیونکہ اس میں اتنی تصریح نہیں تھی اس کے بعد جب غضب کے ذکر پر پہنچا تو اللہ کی ذات سے غضب کا لفظ ہی دور کر دیا۔ لفظوں میں اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف نہیں کی بلکہ ایسا لفظ لائے جو کہ فاعل یعنی ناضب کے ذکر سے منحرف ہے اس وجہ سے "**غیر الذین غضبت علیھم** نہیں کہا۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب بندہ نے اللہ تعالی کا ذکر کیا اور اس پر **رب العالمین، رحمن، رحیم** اور **مالک یوم الدین** جیسی بڑی صفات جاری کی تو اس وقت علم کا تعلق ایسے معلوم کے ساتھ ہو گیا جو اپنے غیر کے سوا معبود اور مستعان ہونے کا حق دار ہے۔ لہٰذا اس کو اس طرح مخاطب بنایا تا کہ اس کی شان کو عظمت دینے کیلئے اسے مذکورہ صفات کے ساتھ تمیز دی جائے۔ گویا کہ اس (بندہ) نے کہا "اے وہ پاک ذات جس کی یہ صفات ہیں میں مجھے ہی عبادت کرنے اور مدد
مانگنے کے ساتھ خاص بنانا ہوں تا کہ تیرے سوا کسی اور کو۔

تنبیہات :

علامہ سیوطی نے " تنبیہات " کے عنوان سے التفات کی شرائط و اقسام بیان کی ہیں جن کی تعداد چھ ہے :

1- التفات کی شرط یہ ہے کہ منتقل الیہ میں جو ضمیر ہوتی ہے وہ نفس الامر میں منتقل عنہ کی طرف عائد ہوتی ہو۔

2۔ التفات کا دو جملوں میں ہونا بھی شرط ہے۔ اس بات کی تصریح صاحب کشاف اور دیگر لوگوں نے بھی کی ہے وگرنہ اس پر یہ لازم آئے گا کہ وہ ایک غریب (نادر) نوع ہو۔

3- تنوخی نے اور ابن الاثیر وغیرہ نے التفات کی ایک غریب نوع بیان کی ہے کہ فعل کو خطاب یا تکلم کے بعد فعل کو مجہول کہ دینا ہے جیسے **انعمت علیھم** کے بعد **غیر المغضوب علیھم** فرمانا کیونکہ یہاں یہ معنی ہیں کہ ان لوگوں کے سوا جن پر تو نے غضب فرمایا۔

4۔علامہ سیوطی یہاں ابن ابی الا صبح کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن میں ایک انوکھی قسم کی التفات آئی ہے جس کی مثال مجھے اشعار میں نہیں ملی اور وہ نوع یہ ہے کہ متکلم پہلے اپنے کلام میں دو مرتب چیزوں کو مقدم کرے پھر ان میں سے پہلے امر کی خبر دے کر اسکے خبر دینے سے روگردانی کرتا ہوادوسرے امر کی خبر دینے لگے ۔اس کے بعد پھر لوٹے اور امر اول کی خبر دے۔ اس کی مثال ہے اللہ تعالی کا قول : **إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ** [34] اس مثال میں متکلم انسان کی خبر دیتے ہوئے لوٹا اور اس کے رب کی خبر دینے لگا، پھر رب تعالی کی خبر دینے سے انحراف کر کے دوبارہ انسان کی خبر دینے لگا اور کہا **وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ** [35]

بن ابی الا صبح کہتے ہیں کہ اس کا نام التفات الضمائر رکھنا بہتر ہے۔ کلام کو نقل کر دینا ایک دو یا جمع کے خطاب سے دوسرے شخص کے خطاب کی طرف یہ بھی التفات کے قریب ہے۔س کو تنوخی اور ابن الاثیر نے بیان کیا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

6- ماضی، مضارع یا امر میں سے ایک دوسرے کی طرف کلام کو نقل کرنا بھی التفات کے قریب قریب ہے۔ بدائع القرآن میں سے التفات کے متعلق علامہ سیوطی نے الاتقان میں جو تفصیل لکھی وہ ذکر کی جاچکی۔ اب دوسری کتب میں التفات کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

البرھان فی علوم القرآن:

علامہ بدر الدین زرکشی نے اپنی کتاب البرھان فی علوم القرآن کی نوع نمبر 46 میں التفات کو بیان کیا ہے (**وھو نقل الکلام من اسلوب الی اسلوب آخرتطریۃ واستدلالا للسامع**) [36] اس کے متعلق پانچ بحثیں کی ہیں پہلی بحث تعریف سے متعلق ہے۔ دوسری بحث اقسام کے متعلق ہے تیسری بحث اسباب کے متعلق ہے۔ چوتھی بحث شرائط کے متعلق ہے۔

علامہ سیوطی نے التفات کی پانچ اقسام بیان کی ہیں جبکہ علامہ بدر الدین زرکشی نے چھ اقسام بیان کی ہیں جو چھٹی قسم انہوں نے بیان کی وہ درج ذیل ہے۔

من الغیبۃ الی التکلم:

غائب سے متکلم کی طرف کلام کو نقل کرنا،علامہ سیوطی نے اس قسم کو ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ زرکشی نے بیان کیا ہے۔وہ اس کی چند مثالیں بھی ذکر کرتے ہیں۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ [37]

وَاَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَہَا ؕ وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا [38]

علامہ زرکشی ایک شرط کو الگ بحث میں ذکر کرتے ہیں جسے وہ پانچویں بحث کا نام دیتے ہیں،جبکہ علامہ سیوطی الگ بیان نہیں کرتے شرائط کے ضمن میں ہی بیان کر دیتے ہیں۔

الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن:

امام ابن عقیلہ مکی اپنی کتاب الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن کی ۱۱۹ ویں بحث میں التفات کو ذکر کرتے ہیں ان کی تفصیل اور الاتقان فی علوم القرآن میں مذکورہ تفصیل میں کوئی فرق نہیں ہے۔جو تفصیل علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں بعینہ وہی تفصیل علامہ ابن عقیلہ مکی بیان کرتے ہیں:

التفات کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد دوسری مثال \اقسم ذکر کی جاتی ہے۔

الفوذ الکبیر فی اصول التفسیر:

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر ایک اسلوب کی تبدیلی پائی جاتی ہے۔مثلا کبھی فقرے میں بھی حاضر یا مخاطب کا صیغہ استعمال ہوتا ہے،لیکن پھر اسے غائب کے صیغے میں بدل دیا جاتا ہے،جیسے ؕ

حَتّٰۤی اِذَا کُنۡتُمۡ فِی الۡفُلۡکِ ۚ وَ جَرَیۡنَ بِہِمۡ بِرِیۡحٍ طَیِّبَۃٍ [39]

"یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ موافق ہوا اسے لے کر ان کو چلتی ہے،اس مقام پر پہلے حاضر یا مخاطب کا صیغہ تھا ،پھر جرین (وہ چلتی ہیں) سے اسے غائب کے صیغے میں بدل دیا گیا ہے-**ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِہَا وَکُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِہٖ ؕ وَ اِلَیۡہِ النُّشُوۡرُ** [40]"وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کوبچھا رکھا ہے،پس تم اسکے راستوں پر چلو"اس جگہ لفظ **امشوا** (تم چلو) آیا ہے جو کہ فعل امر ہے،حالانکہ اصل میں **لتشموا** تھا،جو کہ فعل مضارع تھا۔گویا اس مقام پر فعل مضارع کی جگہ فعل امر استعمال ہوا ہے۔[41]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نتیجہ / خاتمہ بحث

اس تحقیقی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآنِ مجید میں اسلوبِ ابدال اور التفات محض اسلوبی تنوع نہیں بلکہ گہرے معنوی اور بلاغی مقاصد کے حامل ہیں۔ الفاظ، جملوں اور اسالیب میں یہ تبدیلیاں نہایت حکمت کے ساتھ کی گئی ہیں جو مفہوم میں وسعت، تاثیر اور جمال پیدا کرتی ہیں۔ بدیع القرآن اور کلاسیکی مصادر کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلوبِ ابدال معنی کی وضاحت اور تاکید کا ذریعہ ہے، جبکہ اسلوبِ التفات قاری کی توجہ کو بیدار کر کے پیغام کو دل نشین بناتا ہے۔ یہ دونوں اسالیب قرآنِ مجید کے اعجازِ بیانی کا مضبوط ثبوت ہیں اور اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن انسانی کلام نہیں بلکہ ربانی وحی ہے۔ اس تحقیق سے علومِ قرآن کے طلبہ اور محققین کو قرآنِ مجید کے بلاغی محاسن کو سمجھنے میں معاونت حاصل ہوگی اور قرآنی فہم میں مزید گہرائی پیدا ہوگی۔

حوالہ جات

1. یوسف ۱۲:۲
2. یوسف ۱۲:۳
3. تفتازانی، سعد الدین، مختصر المعانی، ص:۳۵۱
4. الشعراء ۲۶:۶۳
5. سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص: ۵۹۵
6. الاسراء ۱۷:۰۵
7. ص ۳۸:۳۲
8. زرکشی، بدر الدین، البرھان فی علوم القرآن، ص:۶۴۲
9. الحجر ۱۵:۲۲
10. الانفال ۸:۳۵
11. الانبیاء ۳۶:۲۱
12. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ڈابیل، گجرات، انڈیا، ص:۱۸۴
13. الشعراء ۲۶:۰۴
14. التحریم ۱۲:۶۶
15. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۸۶
16. الاعراف ۷:۱۴۳
17. المومنون ۲۳:۶۱
18. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۹۰
19. البقرہ ۲:۲۲۰
20. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۹۳

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

21. الواقعہ ۵۶:۹۵
22. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۹۶
23. الانعام ۰۶:۷۸
24. البقرہ ۲:۱۷
25. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۹۷
26. النزعت ۷۹:۱تا۶
27. سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۵۸۵
28. یٰسین ۳۶:۲۲
29. الفتح ۴۸:۱۲
30. طٰہٰ ۲۰:۷۲–۷۳
31. یونس ۱۰:۲۲
32. یونس ۱۰:۲۲
33. الانسان ۷۶:۲۱–۲۲
34. العٰدیٰت ۱۰۰:۷۶
35. العٰدیٰت ۱۰۰:۸
36. زرکشی، بدرالدین، البرھان فی علوم القران، ص:۶۴۲
37. الاسراء ۱۷:۰۱
38. فصلت ۴۱:۱۲
39. یونس ۱۰:۲۲
40. الملک ۶۷:۱۵
41. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۹۹

---

[1] یوسف ۱۲: ۲

[2] یوسف ۱۲:۳

[3] تفتازانی، سعد الدین، مختصر المعانی، ص: ۳۵۱

[4] الشعراء ۲۶: ۶۳

[5] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۵۹۵

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

[6] الاسراء۱۷:۰۵

[7] ص۳۸:۳۲

[8] زرکشی، بدر الدین، البرہان فی علوم القرآن، ص: ۶۴۲

[9] الحجر۱۵:۲۲

[10] الانفال۸:۳۵

[11] الانبیاء۳۶:۲۱

[12] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ڈابیل، گجرات، انڈیا، ص: ۱۸۴

[13] الشعراء۲۶: ۰۴

[14] التحریم ۶۶:۱۲

[15] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۸۶

[16] الاعراف۷: ۱۴۳

[17] المومنون۲۳: ۶۱

[18] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۹۰

[19] البقرہ۲: ۲۲۰

[20] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۹۳

[21] الواقعہ۵۶: ۹۵

[22] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۹۶

[23] الانعام۰۶: ۷۸

[24] البقرہ۲: ۱۷

[25] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۹۷

[26] النزعت۷۹:۱تا۶

[27] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص: ۵۸۵

[28] یٰسین۳۶: ۲۲

[29] الفتح۴۸:۱۲

[30] طٰہٰ۲۰: ۲۷– ۳۷

[31] یونس۱۰: ۲۲

[32] یونس۱۰: ۲۲

[33] الانسان۷۶:۲۱– ۲۲

[34] العٰدیٰت ۱۰۰:۶۷

[35] العٰدیٰت ۱۰۰: ۸

[36] زرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القران، ص: ۶۴۲

[37] الاسراء۱۷: ۰۱

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

[38] فصلت ۴۱: ۱۲

[39] یونس ۱۰: ۲۲

[40] الملک ۶۷: ۱۵

[41] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۹۹